HABIBIA ISLAMICUS
(The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Bi-Annual) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)
Home Page: http://habibiaislamicus.com
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

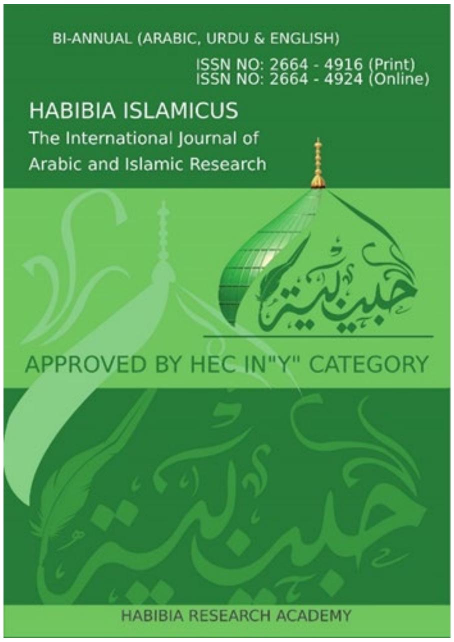

TOPIC:

JAVID AHMED GHAMIDI'S STANCE ABOUT SUNNAH IN THE LIGHT OF PREDECESSORS OPINION

سنت سے متعلق جاوید احمد غامدی کا موقف اسلاف کے آراء کی روشنی میں

AUTHORS:
1. *Abdul Karim Dost, MPhil Scholar Department of Islamic Study University of Baluchistan. Email: abdullkarimdost0@gmail.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0001-5041-6950*
2. *Dr. Sahibzada Baz Muhammad X-Chairman Islamic Study Department University Of Baluchistan Quetta. Email: Msahibzada8@gmail.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0001-5041-6951*
3. *Dr. Abdul Razaq, Chairman, Islamic Studies Dept. Ghazi University, Dera Ghazi Khan. Email: arazaq@gudgk.edu.pk Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-2152-4060*

HOW TO CITE: *Dost, Abdul Karim, Sahibzada Baz Muhammad, and Buzdar Abdur Razzaq. 2021. "URDU 1 JAVID AHMED GHAMIDI'S STANCE ABOUT SUNNAH IN THE LIGHT OF PREDECESSORS OPINION:* سنت سے متعلق جاوید احمد غامدی کا موقف اسلاف کے آراء کی روشنی میں*". Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 5 (2):1-11. https://doi.org/10.47720/hi.2021.0502u01.*
URL: http://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/203
Vol. 5, No.2 || April –June 2021 || P. 1-11
Published online: 2021-06-17

QR. Code

JAVID AHMED GHAMIDI'S STANCE ABOUT SUNNAH IN THE LIGHT OF PREDECESSORS OPINION

سنت سے متعلق جاوید احمد غامدی کا موقف اسلاف کے آراء کی روشنی میں

Abdul Karim Dost, Sahibzada Baz Muhammad, Abdur Razzaq Buzdar

ABSTRACT

The words and deeds of the Prophet Muhammad (peace be upon him) and the speech and approval that is found in the religion besides the Quran, The terms Sunnah and hadith are common for this. They are usually used in the synonymous sense. That is, the meaning of the Sunnah is the same as that of the hadith. Mr. Javed Ahmad Ghamdi holds contrary opinion for both these terms. He makes clear distinctions. He is convinced of the difference in their evidence as well as in their meaning and significance. Some scholars consider this position to be wrong from the point of view of scholars and consider it against the views of jurists and narrators. Zayed Al-Rashidi writes in one of his articles entitled "Javed Ghamdi's Concept of Sunnah" that "According to Javed Ghamdi, Sunnah is not based on any rules and regulations on the basis of which one can decide whether any work is Sunnah or non-Sunnah." Yes, but the Sunnah is the name of a list of things in which there can be no increase or decrease in any reference. Yanghamdi writes that the thought and method is in accordance with the thought and method of the Salaf Imams. The fact is that the Salaf and the Muhaddithin have not made any distinction between the meaning of Sunnah and Hadith. They consider both Sunnah and Hadith to be synonymous and synonymous. No Imam Muhaddith or Faqih has said so. According to them, Hadith and Sunnah are synonymous and synonymous. What is proved by the words, deeds and speech of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) is a victory in the religion. Say Hadith or Sunnah, it's the same thing. This study declares that perception of Ghamidi's about Sunnah and Hadith is differ from other jurists.

KEYWORDS: *Ghamidi Stance about Sunnah, predecessors' opinion regarding Ghamdi, Sunnah, hadith.*

تمہید: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب سے جو دین ہمیں قرآن مجید کے علاوہ ملا ہے، اُس کے لیے "سنت" اور "حدیث" کی اصطلاحات رائج ہیں۔ اِنھیں عام طور پر مترادف معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔یعنی جو مفہوم و مصداق "سنت" کا ہے، وہی "حدیث" کا بھی ہے۔ جاوید احمد غامدی اِس کے برعکس، اِن دونوں اصطلاحات میں واضح فرق قائم کرتے ہیں۔ وہ اِن کے ثبوت میں بھی فرق کے قائل ہیں اور مفہوم و مصداق میں بھی۔اُن کے اِس موقف کو بعض اصحاب علمی لحاظ سے غلط سمجھتے اور فقہا و محدثین کی آرا کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا زائد الراشدی صاحب اپنے ایک مضمون بعنوان "جاوید غامدی کا تصور سنت" میں لکھتے ہیں کہ "جاوید غامدی کے نزدیک سنت کسی اصول و ضابطہ پر مبنی نہیں ہے جس کی بنیاد پر کسی بھی کام کے سنت یا غیر سنت ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہو، بلکہ سنت لگی بندھی اشیا کی ایک فہرست کا نام ہے جس میں کسی حوالے سے کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی"۔[1] اسی طرح اہل حدیث عالم مولانا صلاح الدین یوسف اپنے ایک مضمون بعنوان "کیا غامدی فکر و منہج ائمۂ سلف کے فکر و منہج" کے مطابق ہے، میں لکھتے ہیں۔ "واقعہ یہ ہے کہ ائمۂ سلف اور محدثین نے سنت اور حدیث کے مفہوم کے درمیان کوئی فرق نہیں

کیا ہے۔ وہ سنت اور حدیث، دونوں کو مترادف اور ہم معنی سمجھتے ہیں۔۔۔۔ حدیث وسنت میں یہ فرق ہی خانہ ساز ہے۔ کسی امام محدث یا فقیہ نے ایسا نہیں کہا ہے۔ ان کے نزدیک حدیث اور سنت مترادف اور ہم معنی ہے۔ جو چیز رسول اللہ ﷺ کے قول، عمل اور تقریر سے ثابت ہے وہ دین میں حجت ہے۔ اسے حدیث کہہ لیں یا سنت، ایک ہی بات ہے۔"[2] اس مقالہ میں جاوید احمد اور فقہا و محدثین کے آرء کا جائزہ لیا گیا ہے۔

لفظ "سنت" کی لغوی بحث: سنن سنت کی جمع ہے۔ سنت کے لغوی معنی طریقہ اور راستہ کے ہیں وہ محمود ہو یا مذموم۔ لسان العرب میں ہے سنت طریقہ کو کہتے ہیں واہ اچھا طریقہ ہو یا برا۔[3] عربی میں بولتے ہیں سنن لکم سنته فا تبعوھا (یعنی میں نے تمہارے لیے راستہ رائج کر دیا ہے اس کی اتباع کرو) جو شخص بھی پہلے پہل کوئی کام کرے اور اس کے بعد کوئی قوم اس پر عمل کرے اس کو سنت کہا جاتا ہے۔ المعجم الوسیط مادہ سنن میں ہے: السَّنَن، الطریقة والمثال یقال بنوا بیوتھم علی سنن واحد۔۔۔ والسنة الطریقة والسیرة حمیدۃ کانت او ذمیمة۔[4] "سنن طریقہ اور مثال کے معنی میں اسی معنی میں بولا جاتا ہے "بنوا بیوتھم علی سنن واحد" یعنی اپنے گھروں ایک ایک طریقہ پر بنانا اور سنت بمعنی طریقہ اور طرز زندگی ہے یہ طریقہ خواہ محمود ہو یا مذموم۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالروف ظفر، ڈائریکٹر سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور اپنی کتاب "علوم الحدیث فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ "میں زیر عنوان "سنت" کے لکھتے ہیں: "سنت کے معنی واضح راستہ، معروف راستہ اور سیرت کے ہیں...راسخ عادات اور مستمر اعمال پر بھی سنت کا اطلاق معروف ہے۔ اس محاورہ کے مطابق طریقہ اور سیرت بھی سنت کے مفہوم میں شامل ہے۔ زبان کے لحاظ سے اچھی اور بُری عادات دونوں پر سنت کا لفظ بولا جاتا ہے۔"[5] لفظ سنت سے طریقہ اور راستہ مراد لینا عربوں کے ہاں کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ جب سنت کے لفظ کو اللہ کی طرف مضاف کر کے سنت اللہ کہا جاتا ہے تو عرب اس سے بھی سنت کا مفہوم سمجھ لیتے تھے۔ قرآن میں ہے کہ "سنت اللہ فی الذین خلوا من قبل" (6:33) مشہور عربی شاعر نصیب کا شعر ہے۔ "کانی سننت الحب اول عاشق من الناس اذا احببت من بینھم وحدی"، "یعنی میں نے اولین عشق ہونے کے اعتبار سے گویا محبت کی سنت کو ایجاد کیا ہے کیونکہ تمام لوگوں میں سے صرف میں نے ہی محبت کی راہ اختیار کی۔" قرآن اور حدیث نبوی میں بھی سنت اور اس کے مشتقات کا بکثرت ذکر آیا ہے۔ لیکن ہم یہاں مشت نمونہ از خریدارے صرف ایک آیت اور ایک حدیث پیش کر دیتے ہیں۔

1۔ ولن تجد لسنت اللہ تحویلا۔ (43:35)

2۔ ومن سن سنة حسنة فله اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیامة ومن سن سنة سیئة فعلیه وزرھا وزر من عمل بھا الی یوم القیامة[6]

لفظ 'سنت' کی اصطلاحی تعریف: سنت کے اصطلاحی معنی عام طور پر فقہا اور محدثین کے ہاں یہ بیان کیجاتی ہے کہ "سنت سے مراد نبی ﷺ کی سیرت ہے خواہ وہ بعثت سے قبل ہو یا پہلے کی، یہ لفظ بھی حدیث کے مترادف ہے دونوں کا اطلاق نبی ﷺ کی قول و فعل اور تقریر پر ہو گا۔[7]

لفظ "حدیث" کی لغوی بحث: حدیث کے لغوی معنی جدید کے ہیں اور اسے قدیم کے بالمقابل استعمال کیا جاتا ہے۔ اس مادہ کے مختلف مشتقات میں جدید ہونے کا تصور شامل رہتا ہے۔ اسی طرح حدیث بمعنی خبر، گفتگو اور قصہ کے بھی مستعمل ہے۔[8]

لفظ "حدیث" کی اصطلاحی تعریف: تمام جمہور علماء، فقہا اور محدثین آپ ﷺ کی قول و فعل اور تقریر کو حدیث بیان کرتے ہیں اور تقریبا سب کے ہاں یہی تعریف رائج ہے۔[9]

جاوید احمد غامدی کا تصور "سنت": سنت کے بارے میں جاوید احمد غامدی کا تصور یہ ہے کہ یہ دین ابراہیمی کی روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تجدید و اصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اسے دین کی حیثیت سے امت میں جاری فرمایا ہے۔ اس کا پس منظر ان کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دین کے بنیادی حقائق اس کی فطرت میں ودیعت کر کے دنیا میں بھیجا۔ پھر اس کی ہدایت کی ضرورتوں کے پیش نظر انبیا کا سلسلہ جاری فرمایا۔ یہ انبیا وقتاً فوقتاً مبعوث ہوتے رہے اور بنی آدم تک ان کے پروردگار کا دین پہنچاتے رہے۔ یہ دین ہمیشہ دو اجزا پر مشتمل رہا: ایک حکمت، یعنی دین کی اخلاقی اساسات اور دوسرے شریعت، یعنی اس کے مراسم اور حدود و قیود۔ حکمت ہر طرح کے تغیرات سے بالا تھی، لہٰذا وہ ہمیشہ ایک رہی۔ لیکن شریعت کا معاملہ قدرے مختلف رہا۔ وہ ہر قوم کی ضرورتوں کے لحاظ سے اترتی رہی، لہٰذا انسانی تمدن میں ارتقا اور تغیر کے باعث بہت کچھ مختلف بھی رہی۔ مختلف اقوام میں انبیا کی بعثت کے ساتھ شریعت میں ارتقا و تغیر کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نبوت میں پوری انسانیت کے لیے اس کے احکام بہت حد تک متعین ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں اسحٰق اور اسماعیل علیہما السلام کو اسی دین کی پیروی کی وصیت کی اور سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کو اسی پر عمل پیرا رہنے کی ہدایت کی۔ بنی اسماعیل میں جب نبی ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ کو بھی دین ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا۔ سورۂ نحل میں ارشاد فرمایا ہے: ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ‏ (123:16)"پھر ہم نے تمھیں وحی کی کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو بالکل یکسو تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔" نبی ﷺ کو جب دین ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا تو عبادات، معاشرت، خورونوش اور رسوم و آداب سے متعلق دین ابراہیمی کے یہ احکام پہلے سے رائج تھے اور بنی اسماعیل ان سے ایک معلوم و متعین روایت کی حیثیت سے پوری طرح متعارف تھے۔ بنی اسماعیل بڑی حد تک ان پر عمل پیرا بھی تھے۔ دین ابراہیمی کے یہی معلوم و متعارف اور رائج احکام ہیں جنھیں اصطلاح میں 'سنت' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجدید و اصلاح کے بعد اور ان میں بعض اضافوں کے ساتھ انھیں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔ جاوید غامدی میزان میں لکھتے ہیں۔ "سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اُس کی تجدید و اصلاح کے بعد اور اُس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔"[10] جاوید احمد غامدی کا موقف یہ ہے کہ عربوں کے ہاں دین ابراہیمی کی روایت پوری طرح مسلم تھی۔ لوگ بعض تحریفات کے ساتھ کم و بیش وہ تمام امور انجام دیتے تھے جنھیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جاری کیا تھا اور جنھیں نبی ﷺ نے اپنی تصویب سے امت میں سنت کی حیثیت سے جاری فرمایا۔ چنانچہ ان کے نزدیک نماز، روزہ، حج، زکوۃ، نماز جنازہ، جمعہ، قربانی، اعتکاف اور ختنہ جیسی سنتیں دین ابراہیمی کے طور پر قریش میں معلوم و معروف تھیں۔[11] دین اللہ کی ہدایت ہے جو اس سے پہلے انسان کی فطرت میں الہام کی گئی۔ دین کی حقانیت چودویں چاند کی مانند روشن اور دن کے سورج کی طرح واضح اور چمکدار ہے اللہ نے دین کو اسکی تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ اپنے پیغمبروں کی وساطت سے انسان کو دی ہے اس سلسلے کی آخری نبی محمد ﷺ ہیں چنانچہ اب قیامت تک اس دین کا تنہا ماخذ محمد رسول اللہ ہی کی ذات والا صفات

ہے۔ یہ صرف انہی کی ہستی ہے کہ وہ اپنے قول و فعل تقریر و تصویب سے کسی چیز کو دین قرار دیں تو وہ ہمیشہ کے لیے دین قرار پاتی ہے اور یہ صرف آپ ﷺ کا مقام ہے کہ دین کے معاملے میں اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے ایسی کوئی چیز نہیں جس کو محمد ﷺ دین قرار دیں تو کوئی اسکو دین کے دائرے سے نکال دے اور جس چیز کو آپ ﷺ دین سے باہر کر دے اور کوئی دوسرا اسکو دین کے دائرے میں شامل کر دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (2:62) ”ہی ذات ہے جس نے ان امیوں میں سے ایک رسول انہی میں سے اٹھایا ہے جو اسکی آیتیں ان پر تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں قانون و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“

جاوید غامدی کے تصور "سنت" پر اعتراضات کا جائزہ: ناقدین جاوید غامدی کے تصور سنت پر بنیادی طور پر یہ تنقید کرتے ہیں کہ جاوید غامدی کا سنت کو ملت ابراہیمی کی روایت کا حصہ قرار دینا اور اس بنا پر اسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے بیان کرنا عقل و نقل کی روشنی میں درست نہیں ہے۔

ناقدین نے اس تنقید کو مختلف پہلوؤں سے پیش کیا ہے۔ ان کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

1۔ ناقدین کا سب سے پہلا اعتراض غامدی کے تصور سنت پر یہ ہے کہ جاوید غامدی نے سنت کی تعریف میں ملت ابراہیمی کے الفاظ کو اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے جسکو تائید سلف و خلف کسی کے کلام میں نہیں ہو سکتی، لیکن یہ انکی علمی افلاس ہے جس کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے۔

2۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن میں ثم اوحینا ان اتبع ملة ابرهیم کے یہ معنی مراد لینا کسی طرح صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ کو دین ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، یہاں ملت سے مراد دین ابراہیمی نہیں بلکہ توحید مراد ہے۔ اور جاوید غامدی کا سنت کو ملت ابراہیمی کی روایت کا حصہ قرار دینا اور اس بنا پر اسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے بیان کرنا عقل و نقل کی روشنی میں درست نہیں ہے۔

آیئے ملت کا مفہوم لسان العرب اور فقہا سے پوچھتے ہیں کہ وہ اس سے کیا مفہوم مراد لیتے ہیں۔

لفظ ”ملت“ کا مفہوم: ناقدین نے پہلا اعتراض یہ کیا ہے کہ جاوید غامدی کا سورۂ نحل کے الفاظ 'اتبع ملة ابراھیم حنیفا' میں لفظ 'ملت' کا ترجمہ 'دین' کرنا درست نہیں ہے۔ یہ ترجمہ قرآن مجید کے عرف اور عربی زبان کے مسلمات کے خلاف ہے۔ اس آیت میں ملت کا لفظ توحید اور شرک سے اجتناب اور اطاعت الٰہی کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے سنت (دین) کا مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا۔ چنانچہ جاوید غامدی کا اس آیت کو دین کی دلیل کے طور پر پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ جہاں تک ملت کے مفہوم کا تعلق ہے جیسا کہ سورہ نحل کی آیت 123 اور بقرہ کی ایت 130 سے واضح ہے جاوید غامدی "ملت ابراہیم" سے مراد دین ابراہیم لیتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا مباحث میں انھوں نے جابجا "سنت ابراہیمی" کے نہیں، بلکہ "دین ابراہیمی" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ سنت ان کے نزدیک دین ابراہیمی یا ملت ابراہیمی ہی کا ایک جز ہے۔ یہ در حقیقت دین ابراہیم کے ان احکام پر مشتمل ہے جو بنی اسماعیل میں پہلے سے رائج اور معلوم و متعین تھے اور نسل در نسل چلتی ہوئی ایک روایت کی حیثیت سے متعارف تھے۔ نبی ﷺ نے ان کی تجدید و اصلاح کی اور ان میں بعض اضافوں کے ساتھ انھیں مسلمانوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا۔ ناقدین کے مذکورہ اعتراض کا ایک جز یہ بھی ہے کہ ملت ابراہیم کے الفاظ سے دین ابراہیمی کی روایت مراد لینا درست نہیں ہے۔ اس سے مراد بالخصوص دین کی اساسی تعلیمات، یعنی توحید،

شرک اور اطاعت الٰہی ہیں۔ جیسا کہ عرض کر چکے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک ناقدین کے اس موقف کی نفی لفظ کے لغوی مفہوم اور آیت کے سیاق ہی سے ہو جاتی ہے۔ لغت کے مطابق،، لفظ 'ملت' ایک جامع لفظ ہے جو اصولی تصورات کے علاوہ عملی احکام کو بھی شامل ہے۔ صاحب لسان العرب لکھتے ہیں؛ والملة: الشريعة والدين۔۔۔الملة: الدين كملة الاسلام والنصرانية واليهودية، وقيل: هي معظم الدين، وجملة ما يجئ به الرسل۔۔۔ قال ابو اسحٰق: الملة في اللغة سنتهم و طريقهم۔[12] "شریعت اور دین کا نام ملت ہے۔۔۔ ملت، ملت اسلام، ملت نصرانیہ اور ملت یہودیہ کی طرح ایک دین کا نام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بنیادی اور جملہ اجزاے دین کو ملت کہتے ہیں جس کو رسول لے کر آتے ہیں۔۔۔ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ لغت میں ان کی سنت اور طریقے کو ملت کہتے ہیں۔" ہمارے جلیل القدر اہل علم نے " انتبع ملة ابرهيم حنيفا " کی تفسیر میں ملت سے فقط اصولی تصورات مراد نہیں لیے، بلکہ عملی پہلوؤں کو نمایاں طور پر شامل سمجھتے ہوئے آیت کی تفسیر کی ہے۔ ابن قیمؒ نے ملت کو توحید کے مفہوم میں لینے کی صریح طور پر تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے مراد دین ہے اور اس کے مفہوم میں عقائد کے ساتھ اعمال بھی شامل ہیں۔ واما قولكم ان الملة هي التوحيد فالملة هي الدين وهي مجموع اقوال وافعال واعتقاد ودخول الاعمال في الملة كدخول الايمان فالملة هي الفطرة وهي الدين ومحال ان يامر الله سبحانه باتباع ابراهيم في مجرد الكلمة دون الاعمال وخصال الفطرة۔[13] "تم اگر یہ کہتے ہو کہ ملت سے مراد توحید ہے (تو یہ درست نہیں ہے)۔ ملت سے مراد دین ہے اور دین اقوال، افعال اور اعتقاد کے مجموعے کا نام ہے۔ جس طرح ایمان ملت کے مفہوم میں داخل ہے، اسی طرح اعمال بھی اس کے مفہوم میں داخل ہیں۔ پس فطرت کا نام ملت ہے اور وہ دین ہے۔ یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعمال اور عادات فطرت کو چھوڑ کر صرف کلمہ کی پیروی کرنے کا حکم فرمائیں۔" امام ابن حزم نے اسے شریعت کے معنوں میں لیا ہے اور واضح کیا ہے کہ نبی ﷺ اسی شریعت کو لے کر آئے جس پر سیدنا ابراہیم عمل پیرا تھے۔ واما شريعة ابراهيم عليه السلام فهي شريعتنا هذه بعينها ولسنا نقول ان ابراهيم بعث الى الناس كافة وانما نقول ان الله تعالىٰ بعث محمدًا الى الناس كافة بالشريعة التي بعث تعالىٰ بها ابراهيم عليه السلام الى قومه خاصة دون سائر اهل عصره وانما لزمتنا ملة ابراهيم لان محمدًا صلى الله عليه وسلم بعث بها الينا لا لان ابراهيم عليه السلام بعث به[14]۔ "حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت بعینہ وہی شریعت ہے جو ہماری ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ابراہیم علیہ السلام تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ اسی شریعت کے ساتھ تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے جس کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام بالخصوص اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے نہ کہ اپنے ہم عصر تمام لوگوں کی طرف۔ ہم پر ملت ابراہیم کی پیروی لازم ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ اسی کے ساتھ ہماری طرف بھیجے گئے ہیں، نہ کہ اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام اس کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔" امام رازی نے ملت سے شریعت مراد لیا ہے اور بیان کیا ہے کہ ملت ابراہیم ملت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہے۔ ظاهر هذه الآية يقتضي ان شرع محمد عليه الصلوٰة والسلام نفس شرع ابراهيم، وعلى هذا التقدير لم يكن محمد عليه الصلوٰة والسلام صاحب شريعة مستقلة، وانتم لا تقولون بذلك۔ قلنا: يجوز ان تكون ملة ابراهيم داخلة في ملة محمد عليه الصلوٰة والسلام مع اشتمال هذه الملة على زوائد حسنة وفوائد

جلیلة۔[15] "پھر اگر یہ کہا جائے کہ آیت کا ظاہر تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ محمد ﷺ کی شریعت اور ابراہیم علیہ السلام کی شریعت یکساں ہے اور اس بنا پر تو محمد ﷺ کوئی مستقل شریعت کے حامل نہ ہوئے، جبکہ تم ایسا نہیں کہتے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات درست ہے کہ ملت محمد ﷺ میں ملت ابراہیم داخل ہے کچھ اچھے زوائد اور بہتر فوائد کے ساتھ۔" امام شاہ ولی اللہ نے حج جیسی عملی عبادت کو 'فا تبع ملة ابراهيم حنيفا' ہی کے حکم کے تحت شامل کیا ہے والنبی صلی الله علیه وسلم بعث لتظهر به الملة الحنيفية وتعلو بها كلمتها، وهو قوله تعالى: (مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَٰهِيمَ) فمن الواجب المحافظة على ما استفاض عن امامیها كخصال الفطرة ومناسك الحج، وهو قوله صلى الله عليه وسلم (قفوا على مشاعركم فانكم على ارث من ارث ابيكم ابراهيم۔[16] "نبی کریم ﷺ کی بعثت ملت حنیفیہ ہی کے احیا اور قیام کے لیے ہوئی ہے اور اسی کا بول بالا کرنے کے لیے آپ اس دنیا میں تشریف لائے۔ قرآن مجید میں ہے: "مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَٰهِيمَ" اس لیے یہ ضروری تھا کہ جو مناسک وہ بجالائے ہیں اور ان کی لائی ہوئی شریعت کے شعائر ہیں، ان کو من وعن قائم رکھا جائے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے جب عربوں کو موقف میں دیکھا تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو، کیونکہ یہ مناسک تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی میراث ہے۔" تفسیر عثمانی میں حلال و حرام کو ملت کے مفہوم میں شامل تصور کیا گیا ہے مقصد یہ ہے کہ حلال و حرام اور دین کی باتوں میں اصل ملت ابراہیم ہے۔[17] مفتی محمد شفیع عثمانی کی تفسیر سے واضح ہے کہ وہ شریعت اور احکام کو ملت کے مفہوم میں شامل سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے جو شریعت و احکام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے، خاتم الانبیاء ﷺ کی شریعت بھی بعض خاص احکام کے علاوہ اس کے مطابق رکھی گئی۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے ملت ابراہیم کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کی تعبیر اختیار کی ہے لکھتے ہیں: "محمد ﷺ کو جس طریقے کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، وہ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے اور تمھیں معلوم ہے کہ ملت ابراہیمی میں وہ چیزیں حرام نہ تھیں جو یہودیوں کے ہاں حرام ہیں۔ مثلاً یہودی اونٹ نہیں کھاتے، مگر ملت ابراہیمی میں وہ حلال تھا۔ یہودیوں کے ہاں شتر مرغ، خرگوش وغیرہ حرام ہیں، مگر ملت ابراہیمی میں یہ سب چیزیں حلال تھیں۔"[18] اس تفصیل سے یہ بات ہر لحاظ سے واضح ہو گئی ہے کہ ملت ابراہیمی سے مراد دین ابراہیمی ہے اور اس کے مشمولات میں فقط اصولی تصورات نہیں، بلکہ احکام و اعمال بھی شامل ہیں۔ اس سے یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ سنت کی مذکورہ تعریف میں دین ابراہیمی کے الفاظ کا اضافہ جاوید غامدی کی انفرادی رائے نہیں ہے بلکہ غامدی نے سنت کی وہی تعریف کی ہے جو فقہا اور دور حاضر کے جید علماء کرتے رہے ہیں۔

جاوید احمد غامدی کے تصور سنت سے متعلق اسلاف کی آراء ایک تفصیلی بحث: برصغیر پاک و ہند میں سنت، حدیث، تفہیم و تبیین اور اسوہ حسنہ کو مترادفات سمجھتے ہیں اور اس کو دین کا ایک مستقل بالذات ماخذ سمجھتے ہیں حالانکہ فقہا نے ہمیشہ ان الفاظ میں فرق کیا ہے اتھارٹی اور حجت شریعہ سنت کو قرار دیا ہے حدیث کو نہیں اور اس کی صحت کا مدار رواۃ پر نہیں عملی تواتر پر ہوتا ہے، حدیث کو ہمیشہ قرآن و سنت معروفہ کے تابع کیا ہے۔ قاضی امام ابویوسف جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید ہیں جس نے امام کے علمی سفر کو چار چاند لگایا، آپ امام اوزاعی سے ایک مسئلہ پر اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "روایتوں کی کثرت ہو جائے گی اور ان میں وہ چھانٹی ہو جائیں گی اور جو غیر معروف ہیں اور جنہیں فقہا نہیں مانتے اور جو قرآن اور سنت سے موافقت نہیں رکھتیں۔۔۔ پس قرآن اور سنت معروفہ کو اپنا امام اور قائد بنائیے اور اسی کی اتباع کیجیے اور اسی پر اپنے پیش آمدہ مسائل کو قیاس کیجیے

جن کی توضیح آپ قرآن و سنت میں نہیں پاتے۔"[19] دور حاضر کے ایک جلیل القدر عالم دین جعفر شاہ پھلواری اپنی کتاب "مقام سنت" میں لکھتے ہیں۔ "ہم جہاں تک غور کر سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ واجب الاتباع حدیثیں نہیں بلکہ سنت ہے۔ حدیث اور سنت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔"[20] برصغیر میں علم و فضل، تدبر اور اپنی بصیرت میں ممتاز و یگانہ شخصیات میں سید سلیمان ندویؒ کا نام سرِ فہرست ہے بلکہ عالم اسلام میں سید سلیمان ندویؒ کو ان کی مذہبی فکر، دینی خدمات اور قابلیت کی وجہ سے نہایت عزت و احترام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سید سلیمان ندوی بیان کرتے ہیں کہ آج کل لوگ عام طور سے حدیث و سنت میں فرق نہیں کرتے اور اس کی وجہ سے بڑا مغالطہ پیش آتا ہے۔ حدیث تو ہر اس روایت کا نام ہے جو ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے بیان کی جائے، خواہ وہ ایک ہی دفعہ کا واقعہ ہو یا ایک ہی شخص نے بیان کیا ہو، مگر سنت دراصل عمل متواتر کا نام ہے یعنی آنحضرت ﷺ نے خود عمل فرمایا۔ آپ کے بعد صحابہ نے کیا پھر تابعین نے کیا، گو یا یہ زبانی روایت کی حیثیت سے مختلف طریقے سے بیان کیا گیا ہو، اس لیے وہ متواتر نہ ہو، مگر اس کی عام عملی کیفیت متواتر ہو۔ اس متواتر عملی کیفیت کا نام سنت ہے۔ اخبار آحاد سے سنت کے ثبوت کا مسئلہ عہد صحابہ سے ہی پیدا ہو گیا تھا۔ خبر واحد کی قبولیت کے بارے میں کتاب اللہ نے دو ضابطے بیان کئے ہیں۔

راوی کی ثقاہت: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (49: 6) "اے ایمان لانے والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی اہم خبر لائے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو مبادا کسی قوم پر نادانی سے جا پڑو، پھر تمہیں اپنے کئے پر پچھتانا پڑے"۔

خبر کی صداقت: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِھٰذَا ڰ سُبْحٰنَكَ ھٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (16:24) "ایسا کیوں نہ ہوا کہ اس کو سنتے ہی تم نے کہہ دیا ہوتا کہ ہمیں کیا حق ہے کہ ہم ایسی بات زبان پر لائیں! معاذ اللہ یہ تو ایک بہت بڑا بہتان ہے"۔ اگر ان میں سے کسی پہلو سے بھی خبر واحد معیار پر پوری نہ اترتی ہو تو اسے بلا توقف رد کر دیا جاتا تھا۔ صحابہ کرام خبر واحد کی صحت جانچنے کے لیے ان دونوں امور کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ان کے ہاں جن امور میں کتاب اللہ یا سنت متواترہ سے رہنمائی موجود ہوتی، وہاں خبر واحد کی تلاش نہیں کی جاتی تھی جہاں کوئی رہنمائی میسر نہ ہوتی تو وہاں اجتہاد اور قیاس سے قبل خبر واحد تلاش کی جاتی تاہم انہوں نے کوئی ایسا طریقہ ڈیزائن نہیں کیا تھا کہ جس میں ہر روایت کو ڈال کر پرکھا جاتا بلکہ کبھی کسی مجتہد اور طویل الملازمہ صحابی سے پوچھ لیا جاتا، کبھی گواہی طلب کر لی جاتی اور کبھی قسم لی جاتی، تاہم یہ امر طے تھا کہ جب کوئی روایت کتاب اللہ یا سنت متواترہ کے خلاف ہوتی تو اسے رد کر دیا جاتا۔ اگر خبر واحد دونوں معیارات پر پوری اترے تو اسے قبول کر لیا جائے گا مگر اس سے صرف علم ظنی حاصل ہو گا علم قطعی نہیں، اس لئے یہ کتاب اللہ اور سنت متواتر کو تبدیل نہیں کر سکے گا۔ اسلامی سماج کی تشکیل کی تحریک اس قدر پر زور، متحرک اور ہمہ گیر تھی کہ صحابہ کرام جہاں ایک دوسرے سے بے تکلف روایات لے کر انہیں آگے روایت کر دیتے تھے، وہیں جب کوئی روایت کتاب و سنت سے ہم آہنگ نہ پاتے تو اسے رد کر دیتے۔ اگرچہ اس دور میں احادیث کے رواۃ صرف صحابہ کرام تھے پھر بھی کئی احادیث کی حجیت رد کی گئی۔ تمام محدثین ہماری نگاہ میں قابلِ احترام ہیں، لائقِ اتباع نہیں۔ دنیائے اسلام کا ہر فرد و بشر اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں۔ سہو و نسیان اور خطائے اجتہادی سے پاک نہیں...۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن حزم نے بخاری

کی معراج والی روایت کو منکر قرار دیا ہے اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صحابہؓ کی مرویات پر تنقید فرمائی ہے اور فرمایا کہ میں یہ تو نہیں کہتی کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں لیکن کان سننے میں غلطی کر جاتے ہیں۔ سنت اور حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سنّت ایک عملی طریق ہے جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے اور جس طرح آنحضرت ﷺ قرآن شریف کی اشاعت کے لئے مامور تھے ایسا ہی سنّت کی اقامت کے لئے بھی مامور تھے۔ پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ایسا ہی سنّت معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے۔ یہ دونوں خدمات آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھ سے بجالائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا۔ مثلاً جب نماز کے لئے حکم ہوا تو آنحضرت ﷺ نے خدا تعالیٰ کے اِس قول کو اپنے فعل سے کھول کر دکھلا دیا اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ فجر کی نماز کی یہ رکعات ہیں اور مغرب کی یہ اور باقی نمازوں کے لئے یہ یہ رکعات ہیں۔ ایسا ہی حج کر کے دکھلایا اور پھر اپنے ہاتھ سے ہزار ہا صحابہ کو اِس فعل کا پابند کر کے سلسلہ تعامل بڑے زور سے قائم کر دیا۔ پس عملی نمونہ جو اب تک اُمّت میں تعامل کے رنگ میں مشہود و محسوس ہے اسی کا نام سنت ہے۔ لیکن حدیث کو آنحضرت ﷺ نے اپنے رُوبرو نہیں لکھوایا اور نہ اس کے جمع کرنے کیلئے کوئی اہتمام کیا۔ اس تناظر میں اگر مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات اور دائرۂ اطلاق کے حوالے سے علماے امت کی آراء پر ایک عمومی جائزہ لیا جائے تو فی الجملہ اسلاف کے ہاں تین قسم کی آرا سامنے آتی ہیں۔

پہلی رائے: ایک رائے یہ ہے کہ حدیث و سنت باہم مترادف اصطلاحات ہیں اور اِن سے مراد نبی ﷺ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کی روایت ہے۔ صحابۂ کرام کے اقوال و افعال بھی اِس کے دائرۂ اطلاق میں داخل ہیں۔ عام محدثین کی مختار رائے یہی ہے۔

دوسری رائے: دوسری رائے یہ ہے کہ سنت اور حدیث کی اصطلاحات میں باریک فرق پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ سنت کی اصطلاح حدیث کی اصطلاح کے مقابلے میں عام ہے جس کا اطلاق نبی ﷺ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب اور صحابہ کے اقوال و افعال پر ہوتا ہے، جبکہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے قول کے ساتھ خاص ہے۔ یہ راے فقہا اور اصولیین کے مابین رائج ہے۔

تیسری رائے: تیسری رائے یہ ہے کہ سنت اور حدیث دو مختلف المعانی اصطلاحات ہیں اور اِن میں مفہوم اور اطلاق کے حوالے سے واضح فرق پایا جاتا ہے۔ جہاں تک فرق کی نوعیت کا تعلق ہے تو مختلف علما نے اِس کو مختلف پہلوؤں سے بیان کیا ہے۔ بیش تر اہل علم کے نزدیک اِس کی نوعیت یہ ہے کہ سنت وہ دینی رواج یا طریقہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے صحابہ میں رائج فرمایا اور جو عملی تواتر کے ذریعے سے امت کو منتقل ہوا ہے، جبکہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کی روایت ہے جو اخبار آحاد کے طریقے پر ہم تک پہنچی ہے۔[21] امید ہے مذکورہ نکات اور اقتباسات ناقدین کے اطمینان کے لیے کافی ہوں گے۔ آخر میں مزید تاکید کے لیے امام شاہ ولی اللہ کا ایک اقتباس یہاں پیش کر دیتا ہوں۔ ان کے مطالعے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ وہ تمام احکام جنھیں جاوید غامدی نے دین ابراہیمی کی روایت قرار دے کر سنن کی فہرست میں شمار کیا ہے، ہمارے جلیل القدر امام، امام شاہ ولی بھی انھیں دین ابراہیمی کی روایت کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ امام شاہ ولی نے ملت ابراہیمی کے حوالے سے اسی بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: فاعلم انه ﷺ بعث بالملة الحنيفية الاسماعيلية لاقامة عوجها وازالة تحريفها واشاعة نورها، وذلك قوله تعالى: (مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَٰهِيمَ) ولما كان الامر على ذلك وجب ان تكون اصول تلك الملة مسلمة، وسنتها مقررة اذ النبي اذا بعث الى قوم فيهم بقية سنة راشدة، فلا معنى لتغييرها وتبديلها، بل الواجب تقريرها، لانه

اطوع لنفوسهم واثبت عند الاحتجاج عليهم.[22] "اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ملت حنیفیہ اسماعیلیہ کی کجیاں درست کرنے اور جو تحریفات اس میں واقع ہوتی تھیں، ان کا ازالہ کرکے ملت مذکورہ کو اپنے اصلی رنگ میں جلوہ گر کرنے کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔ چنانچہ (مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ) (اور 'اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا') میں اسی حقیقت کا اظہار ہے، اس لیے یہ ضروری تھا کہ ملت ابراہیم کے اصول کو محفوظ رکھا جائے اور ان کی حیثیت مسلمات کی ہو۔ اسی طرح جو سنتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قائم کی تھیں، ان میں اگر کوئی تغیر نہیں آیا تو ان کا اتباع کیا جائے۔ جب کوئی نبی کسی قوم میں مبعوث ہوتا ہے تو اس سے پہلے نبی کی شریعت کی سنت راشدہ ایک حد تک ان کے پاس محفوظ ہوتی ہے جس کو بدلنا غیر ضروری، بلکہ بے معنی ہوتا ہے۔ قرین مصلحت یہی ہے کہ اس کو واجب الاتباع قرار دیا جائے، کیونکہ جس سنت راشدہ کو وہ لوگ پہلے بنظر استحسان دیکھتے ہیں، اسی کی پابندی پر مامور کیا جائے تو کچھ شک نہیں کہ وہ اس کو قبول کرنے میں ذرہ بھی پس و پیش نہیں کریں گے اور اگر کوئی اس سے انحراف یا سرتابی کرے تو اس کو زیادہ آسانی سے قائل کیا جاسکے گا، کیونکہ وہ خود اس کے مسلمات میں سے ہے۔" غرضیکہ سنت اور حدیث میں فرق اسلاف بھی کیا کرتے تھے، حتمی حیثیت اور حجت حدیث کے بجائے قرآن و سنت کو حاصل تھی، اس لیے یہ کہنا کہ جاوید غامدی کی رائے نئی ہے اور اس کا اسلاف سے کوئی تعلق نہیں ہے درست نہیں ہے بلکہ اسلاف میں سے جلیل القدر ائمہ کرام امام یوسف، امام شافعی اور شاہ ولی اللہ سنت اور حدیث میں فرق کرنے کے قائل تھے اور سنت کو وہ آخری اتھارٹی کی حیثیت سے مانتے تھے۔

خلاصہ بحث: اس بحث کا روح اعظم اور لب لباب یہ ہے جاوید غامدی کے تصور سنت سے متعلق جو بنیادی اعتراضات ہیں ان کا اگر عمومی جائزہ لیا جائے تو فی الجملہ دو ہی اعتراضات ہیں۔ ناقدین غامدی صاحب کے تصور سنت پر بنیادی طور پر یہ تنقید کرتے ہیں کہ غامدی صاحب کا سنت کو ملت ابراہیمی کی روایت کا حصہ قرار دینا اور اس بنا پر اسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے بیان کرنا عقل و نقل کی روشنی میں درست نہیں ہے۔ ناقدین کا یہ اعتراض کہ سنت کو ملت ابراہیم کی روایت قرار دینا نقل و عقل دونوں کے منافی ہے یہ ان کی علمی کنگال و بے بصری ہے حالانکہ پچھلی صفحات میں ہم نے بادلائل و بینات کے ساتھ یہ آشکار کیا کہ شاہ ولی اللہ، ابن قیم، ابن حزم اور امام رازی جیسے فقہاو محدثین بھی یہی نقطہ نظر رکھتے تھے عصر حاضر کے جید علماء و مفسرین میں مفتی شفیع عثمانی، سید ابوالاعلیٰ مودودی، بھی اسی نقطہ نظر کے حامی احباب تھے۔ بات تو ناقدین کی علم و عقل سے ماوراء ہے کہ اس کی تصدیق اسلاف و اخلاف سے نہیں ہو سکتی کہ کسی سلف اور خلف نے سنت کو ملت ابراہیمی کا حصہ قرار دیا ہو۔ مذکورہ بالا شخصیات سے بڑھ کر اسلاف و اخلاف کون ہو سکتے ہیں؟ دوسرا اعتراض جاوید غامدی کے تصور سنت پر یہ ہے کہ جاوید غامدی نے سنت کی تعریف میں ملت ابراہیمی کے الفاظ کو اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے اور جاوید غامدی کا سورۂ نحل کے الفاظ 'اتبع ملة ابراهيم حنيفا' میں لفظ 'ملت' کا ترجمہ 'دین' کرنا درست نہیں ہے اور نہ ملت سے مراد پورے دین کے مشمولات کا بیان ہے بلکہ اس سے مراد دین کی اساسی تعلیمات ہیں۔ یہ ترجمہ قرآن مجید کے عرف اور عربی زبان کے مسلمات کے خلاف ہے اور جسکو تائید سلف و خلف کسی کے کلام میں نہیں ہو سکتی۔ ہمارے نزدیک ناقدین کا یہ اعتراض خلاف واقعہ اور غیر مستحکم ہے کیونکہ ہم نے بادلائل متقدمین و متاخرین فقہا کی مستند و مصدقہ آراء کی روشنی میں یہ باور کرایا کہ ہمارے اکابر و اسلاف و اخلاف نے ملت کے مفہوم میں پوری شریعت کو شامل کیا ہے صرف توحید و یگانگی، شرک و تعدد الہٰ اور اطاعت الٰہی خوش عنانی کو نہیں۔ ناقدین کے مذکورہ اعتراض کا ایک جزیہ

بھی ہے کہ ملت ابراہیم کے الفاظ سے دین ابراہیمی کی روایت مراد لینا درست نہیں ہے۔ اس سے مراد دین کی اساسی تعلیمات، یعنی توحید و تفرید، شرک و کثرت الہٰ اور اطاعت الٰہی ہیں۔ جیسا کہ عرض کر چکے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک ناقدین کے اس موقف کی نفی لفظ کے لغوی مفہوم اور آیت کے سیاق ہی سے ہو جاتی ہے۔ لغت کے مطابق، لفظ 'ملت' ایک جامع لفظ ہے جو اصولی تصورات کے علاوہ عملی احکام کو بھی شامل ہے۔

---

[1] راشیدی، مولانا زاہد، (ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ جون 2008) ص، 19

[2] یوسف، مولانا صلاح الدین (ہنامہ الشریعہ، فروری، مارچ 2015) ص، 44

[3] ابن المنظور، لسان العرب، (فصل السین حرف النون) ج، 17، ص، 89

[4] ابراہیم مصطفیٰ، احمد احسن الزیات، حامد عبد القادر، وغیرہ، المعجم الوسیط، ص، 456

[5] ظفر، پروفیسر عبد الرؤف، ''علوم الحدیث فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ، (قدوسیہ اسلامک پریس لاہور، سن اشاعت)، 2011 ص، 24

8 تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکاۃ المصابیح، (مکتبہ محمدیہ لاہو، 2014ء)، ص، 205

خالد علوی، ڈاکٹر، حفاظت حدیث (الفیصل ناشران لاہور، 2012) ص، [7]37

ایضا، ص، [8]33

ایضا، ص [9]37

[10] غامدی جاوید احمد، میزان، (المورد ادارہ علم و تحقیق، طبع ہشتم 2015ء) ص 13-14

ایضاً، ص، [11]45

[12] افریقی، ابن منظور، لسان العرب، ج: 11، ص، 231-232

[13] ابن قیم، شمس الدین، حافظ، تحفۃ الودود باحکام المولود (مکتبہ دار البیان دمشق، 1971ء)، ص، 106

[14] ابن حزم، محمد بن علی، الاحکام فی اصول الاحکام، (دار الکتب العلمیہ) ج: 2، ص: 144-145،

[15] رازی، فخر الدین، مترجم مفتی محمد خان، تفسیر کبیر، (مرکز تحقیقات اسلامیہ، 2002) ص، 57

[16] شاہ ولی اللہ، قطب الدین، مترجمین، مولانا خلیل احمد، مولانا سراج احمد، حجۃ اللہ البالغہ، (کتب خانہ شان اسلام لاہور 2010) ص، 387

[17] شفیع عثمانی، محمد معارف القرآن، (مکتبہ معارف القرآن کراچی، 2008ء)، ص، 364

[18] مودودی، تفہیم القرآن، (ادارہ ترجمان القرآن لاہور 2016) ج: 2، ص، 580

[19] ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، الرد علی سیر الاوزاعی، (ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی)، ص، 89

[20] پھلواری، جعفر شاہ، مقام سنت، (مکتبہ امتیاز راولپنڈی، 2005) ص، 79

[21] لودھی، ڈاکٹر ادریس، مطالعہ حدیث (ہنی بکس اردو بازار گلگشت ملتان، 2015) ص، 17-1

[22] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ص، 427

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.